

درس نظامی کے نصاب اور اصول نصب سازی کا جائزہ

(Study of the Curriculum and Principles of Curriculum-Making of Dars-e-Ni^عmi)

*نیاز محمد

*زینب امین

Abstract

The most important purpose of education has always been capacity building and personality development of an individual so that he is enabled to be an active and useful member of his society and not only lives his own life successfully but also contributes effectively to fulfill the needs of the society and its uplift. In order to achieve this glorious purpose, the curriculum plays a vital role in education system as the whole system revolves around it. Hence, the curriculum development is considered to be a continuous and dynamic process so that it may cover the needs of individual, society and ever changing dynamic challenges accordingly. The curriculum of the Islamic seminaries in Pakistan, known as "Dars-e-Ni^عmi", developed by Mull^ع Ni^عm-ud-D^عn Sih^عlvi (died 1748) during the regime of Mughal Emperor Aurangzeb^عlamgir (died 1707). This paper aims to study the said curriculum and its principles analytically and to give suggestions for its more effectiveness.

تعلیم کا اولین مقصد ہمیشہ فرد کی صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما رہا ہے تاکہ وہ معاشرے کا ایک مفید فرد بن کر نہ صرف معاشرے اور عصری تقاضوں کی مناسبت سے زندگی گزارنے کے قابل ہو بلکہ اس کی بدولت معاشرہ بھی زیادہ سے زیادہ ترقی کرے، اس مقصد کے حصول کے لئے کسی بھی نظام تعلیم کا نصاب مرکزی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ تعلیمی عمل نصاب ہی کامراں ہوں ملت ہے اس لئے نصاب سازی کو ایک مسلسل متحرک عمل قرار دیا جاتا ہے تاکہ بدلتے ہوئے تقاضوں، معاشرتی اور انفرادی ضروریات پر خاطر خواہ توجہ دی جاسکے چنانچہ نصاب سازی (Development Curriculum) نظام تعلیم کا اہم شعبہ ہے جس میں مقاصد نصاب (Objectives of Curriculum) کو سامنے رکھ کر نصاب سازی کی جاتی ہے۔

* ڈاکٹر یکٹھر سینٹر فارمیلی بیجیس سٹریٹ، کوہاٹ یونیورسٹی آف سائنس ایڈنیشنال اوہی کوہاٹ

* استاذ پروفیسر علوم اسلامیہ، شہید بے نظیر بھٹخواتین یونیورسٹی پشاور

پاکستان کے دینی مدارس میں بنیادی طور پر مغل حکمران اور نگ زیب عالمگیر [متوفی: 1707ء] کے دور میں ملانا ظالم الدین سہالوی [متوفی: 1748ء] کا مرتب کردہ نصابی ماؤل "درس نظامی" نافذ ہے۔ درس نظامی کے ساتھ ارباب مدارس کا ایک جذباتی لگاؤ ہے۔ ذیل میں خالص دینی مدرسے درس نظامی کے اصول نصاب اور نصب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

درس نظامی کا تاریخی پس منظر:

بر صغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد سلطان محمود غزنوی [متوفی: اپریل 1030ء] نے رکھی تھی، اس کے زیر اثر ہندوستان میں دینی تعلیم کا جو نصاب تشکیل پایا تھا اس میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، کلام، عربی ادب، نحو اور منطق کے مضامین شامل تھے۔ اس نصاب تعلیم میں مذہبی مضامین کا حصہ زیادہ تھا¹۔ اس نصاب میں سلطان غزنوی [1451-1526ء] کے سلطان سکندر لودھی کے دور حکومت [1489-1550ء] تجدیدی کوشش کی گئی اور مذہبی علوم کے مقابلے میں عقلیات کا اضافہ کیا گیا²۔

بر صغیر کے مدارس کے نصاب تعلیم میں مغلیہ دور حکومت کے اکبر اعظم [م: 1605ء] کے عہد میں بڑی نمایاں ترقیات ہوئیں۔ وہ مذہبی آزادی کا زبردست حامی تھا چنانچہ اس نے مذہبی تفریق کے بغیر ہرمذہب اور فن کے ماہرین کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ اس پس منظر میں اس دور کے مدارس کے نصاب میں بھی بڑی ہمہ گیری پیدا ہوئی تھی چنانچہ نصاب میں شہریت، معاشیات، فلکیات، طبیعت، حساب اور طب بلکہ مو سیقی تک کونصاب کا حصہ بنادیا گیا تھا³ چنانچہ ہندوستان کے کئی علماء کافن مو سیقی سے مناسبت کے تذکرے کتب تراجم میں ملتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور مسلم صوفی اور شاعر حضرت امیر خسرو بھی مو سیقی میں کمال رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے دور کے مشہور مورخ ملا عبد القادر بدایوی کو بھی مو سیقی سے فنی مناسبت تھی⁴۔

نصاب میں اس وسعت کے نتیجے میں ہر گریجویٹ کو اپنے فطری ذوق و لچکی کی بنیاد پر آگے چل کر کسی نہ کسی میدان میں اختصاص کا مقام حاصل کرنے کا موقع ملتا اور نام کرتا۔ نظام تعلیم ایک ہی ادارہ میں پڑھنے والے مختلف طبلاء کو مضامین کے انتخاب کا وسیع موقع فراہم کرتا کہ ہر طالب علم اپنی خواہش اور فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنے حسب منشاء مضامین کا انتخاب کر کے چنانچہ ڈاکٹر محمود غازی ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے زیر سرپرستی اہل علم کے ہاتھوں تشکیل دیئے جانے والے نصاب تعلیم کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ نظام تعلیم یا نصاب تعلیم دین و دنیادوں کی جامعیت کا آئینہ دار تھا۔ اس نظام تعلیم نے مجدد الف ثانی جیسے بزرگ بھی پیدا کیے یہ اور نواب سعد اللہ خان دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد تھے۔ نواب سعد اللہ خان وہ سیاست دان ہیں جو شاہ جہان کے دور میں پورے ہندوستان (یعنی موجودہ افغانستان، پاکستان، موجودہ ہندوستان، موجودہ بھنگلہ دیش، موجودہ سری لنکا اور موجودہ نیپال) کم از کم یہ بھے ملک اتنی بڑی سلطنت میں شامل تھے جس کا نواب سعد اللہ خان کم از کم اڑتا ہیں سال

وزیر اعظم رہا ہے، گویا بڑی بڑی سلطنتیں چلانے والے مدربین اور اعلیٰ سے اعلیٰ دینی قیاد تین فرماہم کرنے والے بزرگان (جو محمد الف ثانی کے درجے کے لوگ ہوں) اسی نظام تعلیم نے پیدا کیے تاج محل جس انجینئرنے بنایا وہ اسی نظام تعلیم کا پڑھا ہوا تھا جس سے اس نے تاج محل جیسی عمارت بنائی جو آج دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک نمایاں عجوبہ ہے⁵۔

اکبر اعظم کے دور کی روایت کے خلاف مدارس کے نصاب میں بعد ازاں مغل حکمران اور نگز زیب عالمگیر [م: فروری 1707ء] کے دور میں لٹاڑن کی صورت نظر آتی ہے جب اس بادشاہ کی معاونت سے ملاظام الدین سہالوی [م: مئی 1748ء]⁶ نے لکھنؤ میں "فرنگی محل" نامی جگہ اپنا مدرسہ قائم کیا⁷ جو فرنگی محل کی نسبت سے تاریخ میں مدرسہ فرنگی محل مشہور ہوا۔ اس مدرسے کے لئے انہوں نے ایک نصاب بنایا جو ان کے نام کی مناسبت سے "درس نظامی" کے عنوان سے مشہور ہوا۔ پاکستانی مدارس کے نصاب کی بنیاد یہی درس نظامی ہے جو قدرتے ترمیم و اضافہ کے ساتھ نافذ ہے، ملاظام الدین سہالوی کا مرتب کردہ نصاب درج ذیل ہے⁸۔

۱۔ تفسیر: جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) و جلال الدین محلی (م ۸۴۳ھ / ۱۴۵۹ء)، بیضاوی: ناصر الدین بیضاوی (م ۲۸۵ھ / ۱۲۸۶ء)

۲۔ حدیث: مکملة المصانع (مکمل): ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م ۷۶۰ھ)

۳۔ فقہ: بدایہ: علامہ برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء)، شرح و قایہ (ثانی): عبید اللہ بن مسعود صدر الشریعہ (م ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء)

۴۔ اصول فقہ: توضیح وتلویح: سعد الدین ثفتازانی (م ۷۹۲ھ / ۱۳۸۹ء)، نور الانوار: شیخ احمد بن ابی سعید ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء)، مسلم الشبوت: قاضی محب اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء)

۵۔ نحو: نحویمیر: سید شریف جرجانی (م ۸۱۲ھ / ۱۴۱۳ء)، شرح مائتہ عامل: حسین بن عبد اللہ نوقانی (م ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ء)، بدایہ ال نحو: ابو حیان، محمد بن یوسف بن علی (م ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء)، کافیہ: ابن حاجب (م ۲۴۶ھ / ۱۲۴۹ء)، شرح جامی: نور الدین عبد الرحمن جامی (م ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء)

۶۔ صرف: میزان: ملاحظہ بدایوی، **مشتبہ**: ملاحظہ بدایوی کا کوری (م ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۱ء)، صرف میر: سید شریف جرجانی (م ۸۱۲ھ / ۱۴۱۳ء)، پیغام: سراج الدین اودھی (م ۵۸۷ھ / ۱۰۹۰ء)، زبدہ: ظہیر بن محمود بن مسعود علوی، فصول اکبری: قاضی علی اکبر حسینی آلہ آبادی (م ۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۸ء)، شافعیہ: ابن حاجب (م ۲۴۶ھ / ۱۲۴۹ء)

۷۔ بлагت: مختصر المعانی: سعد الدین تقیازانی (م ۹۲/ ۱۳۸۹ھ)، مطول: سعد الدین مسعود بن عمر تقیازانی (م ۹۲/ ۱۳۸۹ھ)

۸۔ کلام: شرح عقائد نقی: سعد الدین تقیازانی، شرح عقائد جلالی: جلال الدین دوعلی (م ۹۰۸/ ۱۵۰۲ھ)، شرح مواقف: سید شریف جرجانی (م ۸۱۶/ ۱۴۱۳ھ)، رسالہ میرزا بدیع: میر محمد زاہد ہروی (م ۱۱۰۱/ ۱۶۹۰ھ)

۹۔ منطق: قطب الدین رازی، سلم العلوم: قاضی محب اللہ بہاری، میر قطبی: میر سید شریف جرجانی، صغیری: میر سید شریف جرجانی (م ۸۱۶/ ۱۴۱۳ھ)، بکری: میر سید شریف جرجانی (م ۸۱۶/ ۱۴۱۳ھ)، ایسا غوچی: اشیر الدین ابہری (م ۷۳۵/ ۱۳۴۴ھ)، تہذیب: سعد الدین تقیازانی (م ۹۲/ ۱۳۸۹ھ)، شرح تہذیب: عبد اللہ یزدی (م ۹۸۱/ ۱۵۷۵ھ)

۱۰۔ فلسفہ / حکمت: شرح حدایۃ الحکمة (میبدی): میر حسین میبدی (م ۱۰۹۶/ ۱۶۸۵ھ)، صدر: صدر الدین محمد بن ابراہیم (م ۱۰۵۱/ ۱۶۴۰ھ)، شمس بازنغ: ملا محمود بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروق جون پوری (م ۱۰۲۲/ ۱۶۵۲ھ)

۱۱۔ ریاضی: خلاصہ الحساب: بہاء الدین عاملی (م ۱۰۳۱/ ۱۶۲۲ھ)، تحریر اقلیدس: خواجہ نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲/ ۱۲۷۵ھ)، تشرح الافلاک: بہاء الدین عاملی (م ۱۰۳۱/ ۱۶۲۲ھ)، رسالہ قوشنجیہ: علاء الدین قوشنجی (م ۸۷۹/ ۱۴۷۴ھ)، شرح چغینی: علامہ مولیٰ پاشا رومی (م ۸۲۳/ ۱۴۳۷ھ)

درس نظامی پر تبصرہ و جائزہ:

درس نظامی پر تبصرہ و جائزہ کو درج ذیل عناوین و تفصیل کے تحت بیان کیا جاتا ہے:

۱: مضامین اور کتابوں کی تعداد:

گیارہ مضامین اور اس کے لئے مقررہ تین تا یہیں کتب پر مشتمل اس نصاب میں معقولات کی کتابوں کی تعداد میں تھی جن میں سے منطق کی آٹھ، حکمت کی تین، کلام کی چار اور ریاضی کی پانچ کتابیں شامل تھیں۔ اس طرح نصاب کا تقریباً نصف حصہ علوم عقلیہ پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد علوم انسانیات کا درج تھا جس میں چودہ کتابیں شامل تھیں جن میں سے صرف کی سات، نحو کی پانچ اور بлагت کی دو کتابیں شامل تھیں۔ علوم عالیہ یعنی خالص دینی مضامین کی کل نو کتابیں تھیں جن میں سے فقہ پر دو (وہ بھی پوری نہیں پڑھائی جاتی تھیں)، اصول فقہ میں چار، تفسیر میں دو اور حدیث میں ایک کتاب شامل تھی اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ خالص دینی کتابوں کی تعداد سب سے کم ہی نہیں تھی بلکہ ان میں سے بیشتر کتابوں کے صرف منتخب حصے پڑھائے جاتے تھے۔

۲: مضامین کا تناسب:

نصاب میں شامل علوم کا باہم اجتماعی تناسب اعداد و شمار میں درج ذیل ہے:

نمبر شمار	علوم / مضامین	تعداد مقررہ کتب	نصاب میں فی صدی تناوب
1	علوم عالیہ (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ)	9	21%
2	علوم عقلیہ (منطق، حکمت، ریاضی، کلام)	20	47%
3	علوم لسانیات / آلیہ (صرف، نحو، بلاغت)	14	32%

۳: مضامین کے لئے کتابوں کے انتخاب کے اصول:

ملاحظات الدین سہالوی نے کتابوں کے انتخاب کے لئے درج ذیل اصول اپنائے:⁹

الف: مشکل ترین کتاب: کوشش کی گئی کہ ہر فن کی وہ کتابیں ملی جائے کہ اندازہ بیان کے اعتبار سے اس فن میں اس سے زیادہ مشکل اور دقيق کتاب نہ ہو حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے چیستان (پہلی) قسم کی کتابیں تلاش کر کر کے لیں۔

ب: مختصر ترین کتاب: مشکل ترین کتاب کے انتخاب کی خاطر جامع اور مختصر ترین کتابوں کے انتخاب کی کوشش کی گئی۔ تاکہ کم سے کم الفاظ میں جب موضوع کا مادہ بیان کیا جائے گا تو کتاب کی عبارت اختصار کی وجہ سے دقيق ہو جائے گی۔ مذکورہ بالا کی وضاحت کے لئے بطور نمونہ صرف ایک کتاب (کافیہ) کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے¹⁰: اس کتاب کا موضوع عربی گرامر (نحو) ہے

یہ تیر ہویں صدی عیسوی کے مشہور مصری مالکی عالم ابن حاجب (متوفی ۱۲۴۹ھ/۱۱۶۲ء) کی تصنیف ہے۔ بنیادی طور پر تیر ہویں صدی میں لکھی گئی یہ کتاب ایک صدی پہلے یعنی بارہویں صدی عیسوی کے مشہور معتزلی عالم جارالله محدث (متوفی ۱۱۳۴ھ/۱۷۵۸ء) کی عربی گرامر میں تصنیف "المفصل" کے مضامین کا نچوڑ بیان کیا گیا ہے۔ کافیہ اس دور کے انداز تحریر کی نشانی ہے کہ جب عالم اسلام میں درسی کتب کی تصنیف میں پیچیدہ اور پہلیوں کی حد تک مشکل انداز اپنانا کمال سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ ابن الحاجب کو اس کتاب کی تصنیف کے بعد اس کی تشریح و توضیح میں خود اس کی شرح لکھن پڑی۔ اس مشکل کتاب کے پیچیدہ عبارتوں کی تشریح کے لئے ہر دور میں شروعات لکھی گئیں لیکن شاید یہ بات تجھ سے پڑھی جائے کہ بعض علماء کی اس کتاب سے اتنی عقیدت بڑھی کہ انہوں نے اسے تصوف کی کتاب قرار دے کر نحوی انداز کی تشریح کے بجائے اس کے عبارت کی تصوفانہ تشریح کی¹¹۔ A4-16 فانٹ سے لکھا جائے تو اصل کتاب کا جم چالیس صفحات سے زیادہ نہیں ہو گا لیکن اپنے مخصوص انداز بیان کی وجہ سے اس کتاب کے ایک ایک جملے کی وضاحت میں اساتذہ کے کئی کئی دن صرف ہو جاتے ہیں اور اس طرح پورے تعلیمی سال میں بڑی مشکل سے اس کی تدریس مکمل ہو جاتی

ہے۔ یہ کتاب استخراجی طریقے کے بجائے استقرائی طریقے پر ہے اس لئے اس طرح کتاب کے پڑھنے سے طلاب میں نحوی استنباط و استخراج کا ملکہ پیدا نہیں ہوتا۔

ملحوظ رہے کہ مذکورہ بالا کتاب مدارس کے ثانویہ خاصہ (انٹر میڈیٹ) سال اول میں پڑھائی جاتی ہے۔

۳: درس نظامی کی تشكیل کے مقاصد¹²:

درس نظامی میں منہجی کتابوں میں حتی الامکان ہر فن کی وہ کتابیں درس میں رکھی گئیں جو اس فن میں مشکل کتاب شمار ہوتی تھی۔ ملاظم الدین کا خیال تھا کہ کوئی کتاب جتنی مشکل ہو گی اتنی ہی زیادہ محنت اسے سمجھنے کے لئے کرنی پڑے گی اور اسی قدر فکر کی پرواز بلند ہو گی، نظر گہری ہو گی اور قوت فہم بڑھے گی۔ جو مقصد مشکل و دقيق کتابیں پورا کرتی ہیں وہ مختصر کتابوں سے ہی پورا ہوتا ہے اس لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر فن کی مختصر ترین کتاب نصاب میں شامل کی گئیں۔ دقيق ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب اگر مختصر اور مجمل ہو تو قوت فکر کی اچھی طرح ورزش ہوتی ہے اور جتنی زیادہ سخت ورزش ہو گی اتنی ہی زیادہ قوت فہم و فراست بڑھے گی اس طرح درس نظامی کے تشكیل کے درج ذیل دو مقاصد سامنے آتے ہیں:

الف: قوت مطالعہ کو پروان چڑھانا: ملاظم الدین سہالوی کے مدنظر یہ بات تھی کہ اس قسم کے مشکل اور دقيق نصاب کو جب طلاب اپڑھ کر فارغ ہوں تو ان میں کمال درجے کا قوت مطالعہ پیدا ہو گا اور ان کو کسی بھی مشکل سے مشکل کتاب سے استفادہ کرنا ان کے لئے مشکل اور ناممکن نہ ہو گا چنانچہ اس نصاب کے پڑھنے سے کسی مخصوص فن میں کمال حاصل نہیں ہوتا تھا لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہوتی تھی کہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد جن فن میں چاہے آئندہ محض اپنی محنت سے طالب علم اس میں اچھی طرح کمال پیدا کر سکتا تھا۔

ب: فکر و نظر کی گہرائی: اس قسم کے گہرے نصاب کو سمجھنے کے لئے طالب علموں کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی اور قوت فکر کی اچھی ورزش ہو گی اور جتنی زیادہ سخت ورزش ہو گی اسی قدر فکر و نظر (عقل نظری) کی گہرائی پیدا ہو گی۔ فکر و نظر یعنی عقل نظری نشوونما درس نظامی کی تشكیل کی فلسفیانہ بنیاد تھی۔

درس نظامی کے مذکورہ بالا مقاصد کا فلسفہ تعلیم کی روشنی میں جائزہ:

تعلیم کا مقصد ایک طرف نئی نسل کو شفافیت سرمایہ منتقل کرنا ہے تو دوسری طرف فرد کے قوت فکر کی نشوونما مقصود ہے۔ قوت فکر میں عقل نظری اور عقل استقرائی دونوں کی نشوونما شامل ہے۔ عقل نظری کا تعلق منطق و فلسفہ سے ہے جب کہ عقل استقرائی کا تعلق طبیعتیات، کیمیا اور حیاتیات وغیرہ کے طبیعی علوم اور تاریخ و اجتماعیات وغیرہ کے عمرانی علوم سے ہے¹³۔ ملاظم الدین نے اسے صرف عقل نظری کی نشوونما تک محروم رکھا اور ان کے نزدیک تعلیم کا اصل مقصد عقل و فکر و فہم کی نشوونما تھا یہی وہ

فلسفہ تھا جس کی بنیاد پر درس نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ نصاب کی تشكیل میں اس فلسفیانہ بنیاد (عقل نظری) کی وجہ سے ملاظام الدین[ؒ] نے نہ تو منطق و فلسفے کے طبیعت و حیاتیات وغیرہ کے علوم درس میں شامل کئے، اور نہ ہی تصوف و اخلاق کی کوئی کتاب رکھی۔ اس طرح عقل استقرائی سے متعلق مضامین کو شامل نہ کرنے کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔

5: نصابی کتابوں کے انتخاب میں وسعت ظرفی:

ملاظام الدین سہالوی[ؒ] نے درس نظامی کی تشكیل میں انتہائی مدد ہبی و سمعت ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے چنانچہ فقہ حنفی کے مقلد ہونے کے باوجود انہوں نے غیر حنفی اور غیر سنی مسلک کے مصنفوں کی کتابوں کو بھی نصاب میں شامل کیا۔ تفسیر قرآن کے نصاب کے لئے مقررہ تفاسیر (جلالین کے دونوں مصنفوں جلال الدین سیوطی[ؒ] [م: ۱۵۰۵ھ / ۹۱۱ھ] و جلال الدین محلی[ؒ] [م: ۱۴۵۹ھ / ۸۶۲ھ] اور بیضاوی کے مصنف ناصر الدین بیضاوی[ؒ] [م: ۱۲۸۶ھ / ۲۸۵ھ] اور حدیث کے نصاب کی واحد مقررہ کردہ کتاب مشکوٰۃ المصالح کے مصنف ولی الدین عراقی[ؒ] [م: ۷۰ھ / ۲۷۰ھ] شافعی علماء ہیں۔ عربی گرامر (خو) میں شرح مائتہ عامل رکھی جس کے متن "مائتہ عامل" کے مصنف عبد القاهر[ؒ] [م: ۱۰۸۱ء / ۲۶۱ھ] بھی شافعی المسلک تھے۔ خو کے نصاب میں "کافیہ" اور صرف کے نصاب میں "شافیہ" ہر دو کتابوں کے مصنف ابن حاجب[ؒ] [م: ۱۲۴۹ھ / ۲۳۶ھ] مانگی المثلک تھے۔ سنیوں کے علاوہ شیعہ حضرات کی کتب بھی نصاب میں رکھیں چنانچہ فلسفہ و حکمت میں صدر رانی کتاب کے مصنف صدر الدین شیرازی[ؒ] [م: ۱۶۴۰ء / ۵۱۰ھ]، ریاضی کی کتاب خلاصہ الحساب اور تشریح الالفاظ نامی کتاب کے مصنف بہاء الدین عاملی[ؒ] [م: ۱۶۲۲ء / ۱۰۳۱ھ]، تحریر اقیدہ س کے مصنف خواجہ نصیر الدین طوسی[ؒ] [م: ۱۲۷۵ھ / ۲۷۲ھ]، کے مصنف شیعہ علماء ہیں۔ منطق میں قطبی نامی کتاب کے مصنف قطب الدین رازی[ؒ] [م: ۱۳۶۴ھ / ۸۲۲ھ] بھی ایک تحقیق کے مطابق شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

اگرچہ ملاظام الدین نے فقہ حنفی کی دو کتابیں (ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی[ؒ] [م: ۱۱۹۷ھ / ۵۹۳ھ] اور شرح و قایہ عبید اللہ بن مسعود، صدر الشریعہ[ؒ] [م: ۱۳۴۶ء / ۷۴۷ھ]) نصاب میں شامل کیے تاہم شرح و قایہ میں صرف عبادات کا حصہ اور ہدایہ لیا اور اس میں سے معاملات کا حصہ چھوڑ دیا جب کہ ہدایہ میں عبادات کا حصہ چھوڑ کر صرف معاملات کا حصہ نصاب میں لیا۔ فقہ کی ہر کتاب دو حصوں (عبادات و معاملات) پر مشتمل ہوتی ہے اس طرح دونوں کتابوں کا ایک ایک حصہ ہدایہ لیا اور ایک ایک حصہ چھوڑ دیا یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور استاذ اور بعد ازاں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کن شعبہ دینیات کے سربراہ مشہور اسلامی مورخ سید علامہ منظرا حسن گیلانی[ؒ] [م: ۱۹۵۶ء / ۵جون ۱۹۵۶ء] کے بقول فقیہی مسائل کی تقسیم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو گویا عمل افقہ کی ایک ہی کتاب کا مسودہ پڑھا جاتا ہے^{۱۴}۔

۶: فرقہ وارانہ رواداری:

درس نظامی میں اصلاح و تجدید کی تحریک، ندوۃ العلماء ہند کے بانی اور مشہور اسلامی رائٹر علامہ شبی نعمنی [م: نومبر 1914ء] کے مطابق مختلف ممالک کی کتابوں کو نصاب میں شامل کرنے کا یہ فائدہ رہا کہ فضلاء میں ظاہر پرستی، سختی اور مسلکی بے جا تعصب پیدا ہوئی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ملاظم الدین کا ”مدرسہ فرنگی محل“ لکھنؤ میں واقع تھا اور آبادی کی تناسب کی بنیاد پر شیعہ سنی جھگڑا سب سے زیادہ لکھنؤ میں پیدا ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ مدرسہ فرنگی محل سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے لیکن ان میں سے کسی نے نہ ہی مناظرات کی کوئی کتاب نہیں لکھی¹⁵۔

7: نظام تعلیم سے تصوف کو نکالنا:

درس نظامی سے پہلے ہندوستان کے دینی مدارس کے نصاب میں اسلامی تصوف نصاب کا لازمی حصہ ہوا کرتا تھا۔ ملاظم الدین نے تصوف کو اپنے نصاب سے خارج کر دیا جو بر صیری پاک و ہند کی اسلامی نظام تعلیم کی روایت کے منافی تھا¹⁶۔ اس کی مکملہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاید ملاظم الدین سہالوی تصوف کو کسی تدریسی عمل کے بجائے عملی تربیت سمجھتے تھے اور وہ ایک تعلیمی ادارے کو صرف نصابی (Academic) سرگرمیوں تک محدود رکھنا چاہتے تھے جب کہ تصوف ان کی نگاہ میں کوئی نصابی سرگرمی نہیں تھی۔ یہاں یہ تاریخی نقطہ بھی سامنے رہے کہ ملاظم الدین سہالوی کا اور گنگ زیب عالمگیر کے ساتھ اچھے روابط تھے اور ملاظم الدین کو مدرسے کے لئے انہوں نے ہی جگہ فراہم کی تھی۔ عالمگیر کا تصوف کے ساتھ رویہ تاریخی اعتبار سے کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھا چنانچہ اس نے صرف عظیم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد زلطان نویں نومبر 1624ء جن کو علامہ محمد اقبال [م: 1938ء] مسلم ہندوستان کا سب سے بڑا Religious genius میں سے ہے۔ مسلم ہندوستان کے مسلمان سکالرز دوسری بزاریے (2nd Millennium) قرار دیتے ہیں¹⁷، کے تصوف پر مبنی خطوط ”مکتبات امام ربانی“ پڑھنے پر پابندی لگائی تھی بلکہ ہندوستان کے صوفی عالم محب اللہ الہ آبادی [م: 1648ء] کی تصوف کی کتاب ”تسویہ“ کو جلانے کا حکم دیا تھا¹⁸ لہذا اس بات کے بھی قوی امکانات ہیں کہ ملاظم الدین سہالوی نے اور گنگ زیب عالمگیر کے ساتھ اپنے تعلقات کے پس منظر میں تصوف کو اپنے نصاب میں جگہ نہ دی ہو۔

تحل و رواداری، تکثیریت (Pluralism) پر مبنی معاشرے میں بہتر انسانی روابط، کردار سازی اور اخلاقیات کے لئے درس و تدریس کے ساتھ اسلامی تصوف کی تعلیم نظام تعلیم کا ایک لازمی حصہ رہا تھا تم درس نظامی کے نصاب سے اسے خارج کر دیا گیا جس کی بنی پرمذکورہ بالا اعلیٰ اخلاقی صفات کا متأثر ہوا چنانچہ اسلامی تصوف کو درس نظامی سے خارج کرنے پر کڑی تقدیم کی گئی ہے اور مدارس کے فضلاء کے کردار میں سختی اور عدم رواداری جیسے صفات پیدا ہونے کو اس کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے¹⁹۔

۱۸۶۶ء میں دارالعلوم کے قیام پر ملاظم الدین سہالوی کے مرتب کردہ نصاب ہی کو جزوی تبدیلیوں کے بعد دارالعلوم میں بطور نصاب اپنایا گیا اور اگرچہ نصاب میں سلوک و احسان یا ترقیہ و تصوف کو بطور نصابی مضمون نہیں اختیار کیا گیا تاہم دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے متعلق مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں:

”... وہاں کے تمام طلبہ درسیات سے فراغت کے فوراً بعد کسی شخناص کامل سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کرتے تھے۔ آج علماء دیوبند کی فہرست میں جن اصحاب کے اسماء گرامی اپنی علمی کارناموں کے لئے معروف اور ممتاز ہیں وہ سب کسی نہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے عہد شباب میں کسی ایسے استاذ کا تصویر تقریباً ممکن تھا جو کسی شخناص سے وابستہ نہ ہواں کا نتیجہ یہ تھا کہ اس اساتذہ صرف علمی استعداد ہی نہیں بلکہ کردار و عمل اور جذبے سے سرشار، ان کے جذبات پاکیزہ، ان کے اخلاق جلایافتہ اور ان کے ذہن دنیا طلبی اور جاہ پرستی کے فتنوں سے پاک ہوتے تھے اور وہ صرف اللہ کی رضاجوئی کی خاطر درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ افسوس ہے کہ اب دینی مدارس اور ان کے فارغ التحصیل حضرات میں اپنی اصلاح و تربیت کے لئے کسی شخناص کامل سے رجوع کرنے کا ذوق ختم ہو جا رہا ہے“²⁰۔

حقیقت یہ ہے کہ درس و تدریس کے ساتھ کردار سازی یا اخلاقیات نظام تعلیم کا ایک لازمی حصہ رہا تھا اور اس کے لئے تصوف و سلوک کی کتابیں راجح تھیں تاہم درس نظامی کے نصاب سے اسے خارج کر دیا گیا۔ تصوف و اخلاق یا سلوک و احسان کی کتب کے سلسلے میں مولانا تقی عثمانی تجویز دیتے ہیں کہ امام غزالیؒ کی بدایۃ الہدایہ، اربعین، احیاء العلوم کے منتخب حصے، حضرت امام سہروردیؒ کی عوارف المعارف، حکیم الامم حضرت تھانویؒ کی التکشیف اور التشریق وغیرہ مختلف درجات میں رکھی جا سکتی ہیں²¹۔ عصر حاضر میں پھر سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اسلامی تصوف کو دینی مدارس کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

۸: درس نظامی کی تکمیل کا ملاظم الدین کی طرف نسبت کا جائزہ

درس نظامی اگرچہ ملاظم الدین سہالویؒ کی طرف منسوب ہے لیکن شائد یہ بات دیچپی کی باعث ہو کہ در حقیقت اس کی تکمیل ایک پشت اوپر یعنی ان کے والد قطب الدین سے شروع ہوتی ہے اس لئے اس نصاب کے مرتب وہی قرار پاسکتے ہیں۔ یہ بات ندوۃ العلماء کے رسالہ ”الندوہ“ کے شمارہ ۱۹۱۰ء میں کہی گئی ہے اور پھر علامہ شبی نعمانی کے مقالات میں ”الندوہ“ کے اس مضمون کو شامل کیا گیا۔²²

شبی نعمانی کے علاوہ شاہ سلیمان سجادہ نشین چہلواری کا بھی یہ خیال ہے کہ درس نظامی کو کلی طور پر ملاظم الدین سہالویؒ کا مرتب کردہ نصاب کہنا درست نہیں کیونکہ ملاظم الدین سہالویؒ کا تصوف سے بھی خصوصی تعلق تھا اور صوفی منشی انسان تھے (سید سلیمان شاہ نے ملاظم الدین سہالویؒ کے لئے صوفی صافی غالی مشرب کے الفاظ استعمال کئے ہیں)، اگر وہ اس نصاب کو مرتب

کرتے تو تصوف یا اخلاق کی کوئی کتاب اس میں ضرور داخل کرتے²⁴۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ملاظام الدین سہالویؒ نے چالیس برس کی عمر میں شاہ عبدالرزاق بانسویؒ کے ہاتھ پر بیت کی اور پھر تصوف کارنگ ان پر غالب آگیا تھا²⁵۔

یہ کوئی بعدی بات نہیں کہ درس نظامی کا خاکہ ملاظام الدین کے والد بزرگوار نے بنایا ہو کیونکہ ملاظام الدین سہالویؒ کے والد محترم خود جید عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ لکھنؤ کے قصبہ سہالہ میں انہوں اپنا حلقہ درس قائم کیا تھا ان کے حلقہ درس نے نہایت وسعت حاصل کی اور ان کے شاگردوں میں کئی ایسے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے الگ الگ حلقہ درس قائم کئے اور ہندوستان کے دینی نظام تعلیم پر وہ چھا گئے²⁶۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بھی یہ اظہار کیا گیا ہے کہ درس نظامی کا نصاب تہما ملاظام الدین سہالویؒ کا مرتب کر دہ نہیں بلکہ اس کی اساس ان کے والد پہلے رکھ چکے تھے²⁷۔ ملاظام الدین کے والد کا حلقہ درس ان کے آبائی قصبہ سہالہ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد ملاظام الدین سہالویؒ تاریخی مقام فرنگی محل منتقل ہوئے سہالہ کے مقابلہ میں فرنگی محل زیادہ مشہور تھا اس لئے سہالہ کے حلقہ درس پر فرنگی محل کی شهرت غالب آگئی اور یہ نصاب سہالہ حلقہ درس کے استاد ملا قطب الدین کے بجائے فرنگی محل کے حلقہ درس کے استاد ملاظام الدین کی طرف منسوب ہونے لگا۔ اس طرح یہ بات کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ درس نظامی کا خاکہ ایک پشت اور یعنی ملاظام الدین کے والد نے بنایا ہو اس لئے اس نصاب کے حقیقی مرتب کہلانے کے وہی مستحق ہیں۔

درس نظامی کا تعمیری جائزہ لینے کے عمل میں یہ بات افادیت سے خالی نہیں ہو گی کہ اس نصاب کی قبولیت کے اسباب کا بھی ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے۔ ہمیں درس نظامی کی قبولیت کے مندرجہ ذیل اسباب نظر آتے ہیں:

ا: ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں مغل شہنشاہ اور نگزیب عالمگیر [1658-1707ء] عالم و فاضل اور بہت زیادہ مذہبی اور ترقی بادشاہ کے طور پر مشہور تھے۔ ان کے دور میں اسلامی روایات کو عروج حاصل ہوا۔ عالمگیر اور ملاظام الدین سہالویؒ کے درمیان اچھے علمی روابط تھے چنانچہ ملکی معاملات کو اسلامی اصولوں پر چلانے کے لئے مشہور فقہی و ستاویز، فتاوی عالمگیری ”کی تدوین کے لئے عالمگیر نے ملاظام الدین سہالویؒ ہی کی سربراہی میں ہندوستان کے متاز علمائے دین کی ایک مجلس علمی قائم کی تھی اس کی سربراہی ملاظام الدین کے حوالے کرنا پورے ہندوستان کے علماء میں ان کی سرکردہ حیثیت کا اعتراف تھا اور پھر ملاظام الدین سہالویؒ نے اپنے مدرسے کا جس تاریخی محلہ ”فرنگی محل“ سے آغاز کیا وہ بھی عالمگیر کا عطا کردہ تھا۔ اس طرح عالمگیر جیسے بادشاہ کی سرپرستی، ملاظام الدین سہالویؒ جیسی قد آور علمی شخصیت اور ڈیج تاجر کی طرف منسوب فرنگی محل کی تاریخ حیثیت نے درس نظامی کی شہریت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ چونکہ اورنگ زیب عالمگیر کے جانے کے بعد بھی بر صیغہ میں ایک صدی سے

زاندہ عرصے تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی اس لئے چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں کے باوجود بھی ملاظم الدین سہالوی کا مرتب کردہ نصاب تعلیم جاری رہا۔

۲: مابعد ادوار کے معروضی حالات کی وجہ سے بھی ملاظم الدین سہالوی کے نصاب کو شہرت و قبولیت عامہ نصیب ہوئی چنانچہ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تین صوبوں (بیگال، بہار اور اڑیسہ) پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے معاملات کو شریعت اسلامی کے مطابق طے کرنے کے لئے مسلمان قاضی اور مفتیان کرام کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے درس نظامی کے فضلاء کی علمی مہارت اور عوام میں ان کی قبولیت و پذیرائی کا مشاہدہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ اسی درس نظامی کے فارغ التحصیل حضرات کو قاضی و مفتی مقرر کیا جائے چنانچہ بڑے پیمانے پر ملاظم الدین سہالوی کے تعلیم گاہ "مدرسه فرنگی محل" کے فضلاء کی مانگ ہونے لگی اس پس منظر میں بڑے پیمانے پر ہندوستانی مدارس میں اس نصاب کو اپنایا گیا²⁸۔

۳: جب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ۱۸۶۲ء میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو قدرے تبدیلی کے بعد درس نظامی کے نصاب ہی کو لیا گیا اسی طرح دیگر مدارس بھی جو قائم ہوتے رہے تو انہوں نے درس نظامی کا نصاب ہی اپنایا کیونکہ ان کے سامنے اسی نصاب کا نمونہ موجود تھا۔

۴: قیام پاکستان کے بعد علماء نے دینی مدارس قائم کئے تو چونکہ انہوں نے اسی نظام کے تحت تعلیم حاصل کی تھی اس لئے انہوں نے اپنے مدارس میں اسی نصاب کو رائج کیا۔

۵: چونکہ اس نصاب میں دیوبندی، بریلوی، یا شیعہ سنی کسی قسم کی فرقہ وارانہ نصابی مواد نہیں تھا اس لئے اصولی طور پر اس نصاب کو تمام فرقوں نے اپنے ہاں رائج کیا اس سے بھی اس نصاب کو قبولیت اور ایک مذہبی تقدس ملا۔

۶: مذہبی طبقے میں اپنے اسلاف سے انتہائی عقیدت کا جذب پایا جاتا ہے اور پھر طبقہ علماء عام طور پر جدیدیت کے مقابلہ میں قدامت پر سست واقع ہوا ہے۔ چونکہ یہ نصاب ان کے قدیم اسلاف کا تیار کردہ ہے اور ان کے اساتذہ نے اسی نصاب کو پڑھا اور پڑھایا ہے اس طرح درس نظامی کی قبولیت و بقاء کا ایک بڑا راز علماء میں قدامت پرستی، اسلاف سے تقدس اور عقیدت مندانہ روشن بھی ہے²⁹۔

خلاصہ و تجویز:

پاکستان کے دینی مدارس میں بنیادی طور پر ملاظم الدین سہالوی [متوفی: 1748ء] کا نصابی مائل نافذ ہے جس میں بیشتر کتابیں چھ سو اور سات سو سال پہلے لکھی گئی ہیں۔ یہ نصابی مواد صدیوں پہلے اس وقت کے مطابق تحریر کیا گیا تھا جب درسی کتب

کی تصنیف میں مشکل اور پیچیدہ (Complicated) انداز بیان قابلیت کی نشانی تھی جن کے سمجھنے میں طلبہ کا غیر ضروری طور پر کافی وقت صرف ہو جاتا اور پھر بجائے فن سیکھنے کے اس کتاب (text) ہی کو سمجھ پانیکمال سمجھا جاتا تھا۔ یہ پیشتر کتاب میں استقر ائمہ انداز بیان کی پہلی بحث کی وجہ سے طلبہ میں مطلوبہ فن شناسی اور استخراجی ذوق نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اسلامی نصاب تعلیم کا مزاج وحدت کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ دین و دنیا اور ماہد و روح کے تناقض کو دور کرتا ہے یعنی نصاب یک وقت دینی بھی ہوتا ہے اور دنیاوی بھی، تاکہ انسان دنیا کو دین کے حوالے سے سمجھے اور دین کی تطبیق اسی متحرک اور تیز رفتار دنیا میں کر سکے۔ اسلامی نصاب تعلیم کی اہم نسبیتی بنیاد (Psychological Base) یہ ہے کہ ساری دنیادین کا موضوع ہے اور دین درحقیقت انسان کی بنیادی فطرت ہے۔ اسلام کا پورا فلسفہ نصاب اسی کہتہ میں پوشیدہ ہے۔ یہ نہ ترک دنیا کی تعلیم دیتا ہے اور نہ غلوٰنی الدنیا کی۔ چنانچہ متوازن اسلامی نصاب کی تنکیل کا مقصد اعلیٰ ایسے متوازن اور صحیت مند افراد کی تیاری ہے جو ہر دور اور ہر شعبہ زندگی میں صراط مستقیم یادیں فطرت کے مطابق چلنے اور دوسروں کی رہنمائی کے قابل ہوں۔ نیزوہ ثبات و تغیر کے درمیان کامل توازن قائم کرے یعنی وہ نصاب دین کے ابدی اقدار کا بھی لحاظ رکھئے اور انسانی معاشرے کی بدلتی ہوئی جائز ضرور توں کو بھی پورا کرے۔ ان اصولی باقتوں کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ:

الف: قرین مصلحت ہے کہ صدیوں قدیم کتابوں کو نصاب سے نکال دیا جائے اور ان کے بجائے استخراجی بنیادوں پر لکھی گئی جدید اور عام فہم کتابوں کو recommend کیا جائے۔

ب: دینی تعلیم کی تمام سلطھوں پر نصاب میں عصر حاضر کے مناسب حال مضامین شامل ہوں اور معاصر موضوعات و مسائل زیر بحث آنے چاہئیں تاکہ طلبہ ان مسائل و مباحث کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حل کرنے کے قابل ہوں۔

حوالہ جات و حوالی

¹ سلطان محمود غزنوی کے زیر اثر تنکیل پانے والے نصاب کے لئے ملاحظہ ہو : ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، امر تر، ص: ۹۲۲-۹۲۳

² مناظر احسان گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، دہلی، ۱۹۷۳ء، جلد اول، ص: ۷۳

³ ای خ، آ، جل د اول، ص: ۴۶

⁴ ای خ، آ، جل د اول، ص: ۴۷

⁵ ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، امر تر، ۱۹۷۲ء، ص: ۹۵

⁶ ملاظم الدین سہالوی[ؒ] کے حالات زندگی اور خاندانی پس منظر کے لئے ملاحظہ ہوں: اردو دائرہ معارف اسلامیہ: جامعہ پنجاب لاہور، طبع دوم، جلد نمبر ۲۲، ص: ۳۳۵-۳۵۹؛ ماڑا کرام: غلام علی آزاد، آگرہ، ۱۹۱۰ء، جلد نمبر اول، ص: ۲۲۰-۲۲۳؛ سجۃ المرجان: غلام علی آزاد، آگرہ، ۲۰۰۲ء

ص ۹۳؛ مقالات ثبیل: ثبیل نعمانی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۲ء، جلد ۳، ص ۹۱ تا ۱۲۵؛ نزهتہ الخواطر: حکیم عبدالمحی، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۵۷ء، جلد ۶، ص ۲۳۰ و مابعد، و ص ۳۸۳ تا ۳۸۵؛ تذکرہ علماء ہند: رحمان علی، ایوب قادری کراچی، ص ۳۹۰ و مابعد؛ رود کوثر: شیخ محمد اکرم، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۶۰۳ تا ۶۰۸؛ احوال علمائے فرنگی محل: شیخ الطاف الرحمن، لکھنؤ، ص ۶ و مابعد ص ۷۔

۷ فرنگی محل ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ میں ایک رہائشی علاقے کا نام تھا جو محل بادشاہ جہانگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک معاملہ کے تحت دیا تھا، جہاً گیر اس زمانے میں کسی بیماری میں بنتا ہوا تو کئی مقامی طبیبوں نے اس کا علاج کیا لیکن صحت یا بدنہ ہوا۔ ایک انگریز ڈاکٹر کے علاج سے شفایا ب ہوئے۔ اس پر جہانگیر نے خوش ہو کر پوچھا کہ کیا جائیے؟ ڈاکٹر نے کہا کہ میری قوم کے کچھ لوگ یہاں لکھنؤ میں تجارت کے لئے آئے ہیں ان کو بعض اوقات مشکلات پیش آتی ہیں اس لئے آپ ان کو تجارت کی آزادانہ اجازت دے دیں اور رہائش اور تجارتی امور میں مناسب مراعات بھی جاری فرمادیں۔ اس پر جہانگیر نے شاہی فرمان جاری کیا اور لکھنؤ کے محلہ "احاطہ چراغیبگ" میں ایک بڑا محل یا کوٹھی ان کو دے دی، انگریزوں کو غیر منقسم ہندوستان میں فرنگی بھی کہا جاتا تھا، اس لئے انگریزوں کی وجہ سے وہ کوٹھی "فرنگی محل" کہلاتی تھی اور پھر آگے چل کر فرنگی محل کی وجہ سے وہ پورا محلہ فرنگی محل کے نام سے مشہور ہوا۔ ایک عرصے کے بعد اور نگ زیب بادشاہ [۱۶۵۸ء۔ ۱۷۰۷ء] کے دور میں ان کو اطلاع ملی کہ انگریزوں کی طرف سے شاہی فرمان میں دی گئی ان شرائعوں کی خلاف ورزی کی گئی ہے جو جہانگیر نے اپنے دور میں طے کیں تھیں اس پر اور گنگ زیب نے وہ کوٹھی ضبط کر لی اور بعد ازاں اسی فرنگی محل کا ایک حصہ ملکاظم الدین سہالوی گورہ رہائش کے لئے دیا، اور ایک حصے میں اور نگ زیب کے مشورے پر انہوں نے اپنا حلقة درس قائم کیا جو تاریخ میں مدرسہ فرنگی محل کے نام سے مشہور ہوا۔ اس درس گاہ کے فارغ التحصیل علماء تاریخ میں علمائے فرنگی محل کہلاتے۔ ملاحظہ ہو: مسلمانوں کادینی و عصری نظام تعلیم: خطبات و تقاریر: ڈاکٹر محمود احمد غازی مرتب ڈاکٹر سید عزیز الرحمن، الشیعہ اکیڈمی گوجرانوالہ، ص ۲۰۰۹ء۔ ۲۰۰۹ء، ص ۲۰۰۹ء۔ ۲۰۰۹ء

۸ درس نظامی کے مضامین اور ان کے مقررہ کتب کے لئے ملاحظہ ہوں: اردو اور عربی معارف اسلامیہ، جلد ۲، ص ۳۳۵ تا ۳۵۹؛ شیخ محمد اکرم، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۴۰۵؛ پروفیسر بختیر حسین صدیقی، بر صغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۰۰۹ء؛ ثبیل نعمانی، مقالات ثبیل، جلد ۳، ص ۱۲۲؛ تذکرہ مصنفوں درس نظامی: پروفیسر اختر راهی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۸۔

۹ مقالات ثبیل، جلد ۳، ص ۱۲۳؛ بر صغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ص ۲۲؛ ڈاکٹر محمود احمد غازی، مسلمانوں کادینی و عصری نظام تعلیم، الشیعہ اکادمی گوجرانوالہ، ۲۰۰۹ء، ص ۲۸۔

۱۰ اس کتاب کے تفصیلی تعارف کے لئے ملاحظہ ہو: مولانا محمد حنیف گنگوہی، ظفر الحصلین باحوال المصنفوں، دارالاشراعت کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۲۵۸، ۲۸۳۔

۱۱ ظفر الحصلین، ص ۲۵۹

۱۲ مقالات ثبیل، جلد ۳، ص ۱۲۳؛ بر صغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ص ۲۳؛ مسلمانوں کادینی و عصری نظام تعلیم، الشیعہ اکادمی گوجرانوالہ، ۲۰۰۹ء، ص ۳۸۔

۱۳ بر صغیر پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ص ۲۲؛

۱۴ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، جلد ۱، ص ۲۳۰۔

- 15 مقالات شبی، جلد ۳، ص: ۱۰۰
- 16 بر صفائی پاک و ہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ص: ۴۱۔ روڈ کوثر، ص: ۲۰۹
- 17 ڈاکٹر محمود غازی، اسلامانوں کا دینی و عصری نظام تعلیم، الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ، ۲۰۰۹، ص: ۱۹
- 18 ماہر اکرام، ص: ۸۲۔ ۸۹۔ بحوالہ ڈاکٹر محمد امین، ہمارا دینی نظام تعلیم، دارالاٹھاص، لاہور، ۲۰۰۳، ص: ۲۱۔ حب اللہ آبادی (۱۰۵۸)۔
- 19 ۱۶۲۸ء) نامور بزرگ صوفی حضرت فرید شکرگنج کی اولاد میں سے تھے جن کا سلسلہ نسب خلیفہ دوم حضرت عمرؓ سے متاثر ہے۔ حب اللہ عالم بھی تھے اور صوفی بھی۔ انہوں نے ابن العزی کے نظریات کی اس قدم رشیمہ کی کہ ان کو ابن عربی ہند کا خطاب دیا گیا۔ انہوں نے اپنی کئی تصانیف جھوڑی بھیں۔ انہوں نے قرآن حکیم کی تفسیر بیان المراتب الاربیہ لکھی۔ تصوف وہ نظریہ وحدت الوجود کے قائل اور پر زورو کیل تھے اور اسی نظریے کے تحت انہوں نے تصوف میں، "التسویۃ بین الاقواد والقبل" نامی کتاب لکھی جس کی بعد ازاں کئی شروحات لکھی گئیں (ڈاکٹر زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۰۷)۔
- 20 روڈ کوثر، ص: ۲۰۶
- 21 مہ نامہ "البلاغ" شمارہ شوال ۱۴۰۳ھ ج ۷، ص ۵۷۔ بحوالہ ہمارا تعلیمی نظام، محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳، ص ۱۲۶
- 22 مہ نامہ "البلاغ" جلد نمبر ۱۴، دسمبر ۱۹۱۰ء، بحوالہ مقالات شبی، جلد نمبر ۳، ص ۹۹
- 23 مقالات شبی جلد سوم، ص: ۱۰۵
- 24 روڈ کوثر، ص: ۲۰۶
- 25 المدودہ، جلد نمبر ۱۲، دسمبر ۱۹۱۰ء، بحوالہ مقالات شبی، جلد نمبر ۳، ص ۱۱۵
- 26 مقالات شبی، جلد ۳، ص: ۱۰۸
- 27 اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور طبع دوم، ۲۰۰۲ء، جلد نمبر ۲۲، ص ۳۳۵۔ ۳۵۹، زیر عنوان مقالہ نظام الدین سہالوی از محمود الحسن عارف
- 28 مسلمانوں کا دینی و عصری نظام تعلیم، ص: ۶۱
- 29 روڈ کوثر، ص: ۲۰۶